

حضرت معاویہؓ اور خلافت و ملوکیت

ملک غلام علی صاحب

(۵)

حضرت مجرب بن عدی کا قتل | حضرت مجرب بن عدی کے قتل کی جو رو داد مولانا مودودی نے خلافت و ملوکیت میں بیان کی ہے وہ کتاب کے دو صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا بیشتر حصہ "البلاغ" میں بھی نقل کر دیا گیا ہے، اس لیے اس کا دوبارہ یہاں درج کرنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ قارئین چاہیں تو اصل کتاب یا "البلاغ" میں اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ "خلافت و ملوکیت" میں یہ واقعہ "آزاد ٹی اظہار رائے کا خاتمہ" کے زیر عنوان تحریر کیا گیا ہے۔ "البلاغ" میں اس واقعہ قتل پر بیس صفحات کا ایک جوابی تبصرہ سپرد قلم کیا گیا ہے جس کا ٹپ باب یہ ہے کہ حضرت مجرب بن عدی اور کچھ دوسرے "فتنہ پر داز" امت مسلمہ میں انتشار برپا کرنا چاہتے تھے، امیر معاویہ کے گورنروں اور پولیس سپرنٹنڈنٹ کو گالیاں دیتے اور ان پر پتھر پھینکتے تھے، جنگ کرتے تھے۔ غرض یہ کہ اسلامی حکومت کے خلاف جرم بناوت کے مرتکب تھے اور "ظاہر ہے کہ بغاوت کی سزا موت ہے" یہ واقعہ تاریخ میں جن تفصیلات کے ساتھ مروی ہے، ان کی موجودگی میں جناب محمد تقی صاحب عثمانی کے لیے اصل واقعہ کا انکار تو ممکن نہ تھا۔ مگر میری معلومات کے مطابق عثمانی صاحب غالباً پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے زعم میں حضرت مجرب بن عدی کو ارتکاب بناوت کی بنا پر جراح الہم اور واجب القتل ثابت کرنے میں اپنا پورا زور لگا دیا ہے۔ اس لیے اب یہ ناگزیر ہو گیا ہے کہ پہلے میں اسلام کا قانون بناوت اور اس کے بنیادی اصول پیش کروں اور پھر عثمانی صاحب سے سوال کروں گا اگر یہ اصول صحیح ہیں تو ان کی روشنی میں حضرت مجرب اور ان کے ساتھیوں کا خون بھانا کس حد تک روا اور حق بجانب تھا؟

اسلام کا قانون بناوت | اس مسئلے میں ہم سب سے پہلے کتاب اللہ سے رجوع کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں دو آیتیں ایسی ہیں جو محاربوں و بناوت کے جرائم سے براہ راست تعلق رکھتی ہیں۔ پہلی المائدہ، آیت ۳۳، دوسری الحجرات، آیت ۹۔

پہلی آیت کا ترجمہ درج ذیل ہے:

”سزائُن لوگوں کی جو اطمینان کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور دوزخ و صوبہ کرتے ہیں زمین میں بغرض فساد، یہ ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا سوتی چڑھاٹے جائیں یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے یا زمین سے نکال دیے جائیں۔ یہ اُن کے لیے رسوائی ہے دنیا میں اور اُن کے لیے بے آخرت میں بڑا عذاب“

اس آیت میں جس جرم کو ”اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ اور فساد فی الارض سے تعبیر کیا گیا ہے، اس جرم کی جو تفسیر مفسرین اور ائمہ مجتہدین نے کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد لوٹ مار، قتل و غارت، رہزنی و ڈکیتی اور اس طرح کی دوسری تخریبی کارروائیاں ہیں جن کے نتیجے میں کسی مقام یا علاقے کا امن و امان نہ رہا اور نظم و نسق درہم برہم ہو جائے۔ جمہور فقہاء و محدثین کا مسلک یہ ہے کہ اس جرم میں قتل کی سزا صرف اُس حالت میں دی جاسکتی ہے جب کہ مجرم خود قتل کا مرتکب ہوا ہو۔ اس سے کتر درجے کے جرائم میں اُسے قتل یا صلیب کی سزائیں دی جاسکتی۔ اس آیت کی جو تشریح امام ابن جریر نے کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ محاربین سے مراد ایسے چوراہے اور ڈاکو ہیں جو مسلح ہو کر مسلمان بستیوں میں دہشت پھیلائیں اور علانیہ بزور شمشیر جان و مال پر دست دراندازی کریں۔ پھر لکھتے ہیں کہ فان قتلوا قتلوا وان لم یقتلوا واخذوا المال قطعوا من خلاف (اگر یہ مجرم قتل کے مرتکب ہوئے ہوں تو انہیں قتل کیا جائے گا اور اگر یہ قتل کے مجرم نہ ہوں، صرف مال لوٹا ہو تو ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں گے)۔ مزید فرماتے ہیں اذا حارب فقتل فعليه القتل واذا حارب واخذ ولم یقتل فعليه قطع اليد۔ اور وہ محاربہ کرے اور قتل کرے تو اس کے لیے قتل کی سزا ہے اور اگر وہ محاربہ کرے اور ایسی حالت میں گرفتار ہو جائے کہ اس نے قتل نہ کیا ہو تو اس کی سزا قطعید ہے، اسی مفہوم کے متعدد اقوال نقل کیے گئے ہیں جن کا مدعا یہی ہے کہ جو مجرم قاتل نہ ہو، اُسے قتل نہیں کیا جاسکتا۔ اس قول کے حقیقی میں ابن جریر یہ حدیث بھی نقل فرماتے ہیں کہ لا یحل دم امری مسلم الا باحدی ثلاث خلال..... (ایک مسلمان کا خون بہانا صرف تین حالتوں میں حلال ہو سکتا ہے، وہ قتل کرے تو اسے قتل کیا جائے گا، شادی کے بعد زنا کرے تو رجم کیا جائے گا اور اسلام کے بعد مرتد ہو تو قتل ہوگا)۔ پھر لکھتے ہیں کہ از نکاب قتل کے بغیر محض بدامنی اور

آمد و رفت کو پُرخطر بنانے پر کسی کو قتل کر دینا یہ تقدم علی اللہ ورسول ہے اور ایسی بات ہے جس کا کوئی ذی علم قائل نہیں ہے۔

اس کے بعد ابن جریر نے چند ایسے اقوال بھی نقل کیے ہیں کہ بعض کی رائے کے مطابق امام وقت کو یہ اختیار ہے کہ وہ محاربین کو آیت مذکورہ میں بیان کردہ سزاؤں میں سے جو سزا بھی چاہے دے سکتا ہے، قطع نظر اس کے کہ انہوں نے قتل نفس کا ارتکاب کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ لیکن ابن جریر نے نہایت مدلل طریق پر اس رائے کا ابطال کیا ہے اور لکھا ہے کہ صحیح تاویل یہی ہے کہ عقوبت استحقاق جرم کے مطابق ہوگی اور قتل کی سزا صرف اُس محارب کو دی جائے گی جس نے محاربہ کے دوران میں قتل کا جرم کیا ہو۔

تقریباً یہی بات علامہ نظام الدین النیساپوری نے اپنی تفسیر غرائب القرآن میں درج فرمائی ہے۔ ان کی تحقیق بھی یہی ہے کہ آیت میں بیان کی ہوئی بر سزا بر محارب کو نہیں دی جاسکتی۔ فرماتے ہیں هذا المحارب اذا لم يقتل ولم يأخذ المال فقد هتم بالمعصية ولم يفعل وهذا لا يوجب القتل (اس محارب نے جب قتل نہیں کیا اور نہ مال چھینا، تو اس نے صرف ارادۂ معصیت کیا تھا، اس کا ارتکاب نہیں کیا تھا، اور اس سے اس کا قتل واجب نہیں ہوتا۔)

امام ابو بکر الجصاص نے "احکام القرآن" میں اس آیت کی جو تشریح کی ہے وہ بھی یہی ہے کہ جو شخص محاربہ میں قتل کا ارتکاب کرے، قتل کی سزا اسی کو دی جاسکتی ہے۔ ان کے نزدیک بھی آیت میں بیان شدہ سزاؤں میں ایک ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے۔ یعنی جیسا جرم ہوگا، ویسی ہی سزا ہوگی۔ قتل کی سزا قتل ہوگی، سلب مال کی سزا قطعید اور قطع ارجل ہوگی۔ الجصاص نے بھی اپنے استدلال کے حق میں اُس حدیث کو پیش کیا ہے جس میں تین وجوہ کی بنا پر مسلمان کا خون حلال کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین صورتوں کے ماسوا قتل مسلم کی نفی فرمادی ہے: فانفق بذلك قتل من لم يقتل من قطاع الطریق (اس بنا پر جس ربن نے کسی کو قتل نہ کیا ہو، اس کا قتل ممنوع ہوگا)۔

جس حدیث کا حوالہ ابی جریر اور ابو بکر الجصاص نے دیا ہے وہ بخاری، کتاب الدیات میں ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے: لا یجزل دما منی مسلم یشہد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلاث:

النفس بالنفس والیثیب الزانی والمفادق لدینہ التارک للجماعة۔ اس حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ تارک جماعت کے تحت باغی بھی آسکتا ہے مگر اس کا قتل نہ اس صورت میں جائز ہو گا جبکہ اپنا دفاع کرتے ہوئے ہم اسے قتل کریں۔ (لا یجوز قتله الا مدافعة)۔ آیت محاربہ کا مفہوم بھی ابن حجر کے نزدیک یہی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ محاربہ کی زیادہ سے زیادہ سزا یہ ہے کہ ان قتل قتل و حکم الایۃ فی الباغی ان یقاتل لانا، یقصد فی قتله، محارب اگر قتل کرے گا تو قتل کیا جائے گا اور سورہ حجرات والی آیت جو باغیوں کے بارے میں ہے، اس میں فقط باغی سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے، یہ نہیں کہ اس کے قتل کا قصد کیا جائے۔ پھر لکھتے ہیں کہ عمل قوم لوط اور وطنی بائٹم میں قتل کی سزا جن روایات میں مذکور ہے، وہ صحیح السنہ نہیں اگرچہ ہوں بھی تو یہ افعال زنا میں داخل ہیں اور اس لیے موجب قتل ہوں گے۔ جن احادیث میں جماعت مسلمین کے خلاف خروج پر قتل کی وعید ہے، ان کی تاویل بھی حافظ ابن حجر کے نزدیک وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی، یا پھر ان کا مطلب یہ قرار دیا ہے کہ مجرم کو مجبوس کر کے خروج سے روک دیا جائے (المراد بقتله حبسه ومنعه من الخروج)۔ علامہ بدر الدین عینی نے بھی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تقریباً یہی بات بیان فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں کہ بعض حضرات نے اس حدیث میں مذکور تین اشخاص کے ساتھ ایک چوتھے شخص باغی کے قتل کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں اجیب عنہ بانما یجوز دفعه اذا دی الی القتل فلا یجوز قتله اعتماداً قتله اذا اندفع بدون ذلك فلا یقآن یجوز قتله بل دفعه (باغی کے معاملے میں اس بات کا جواب یہ ہے کہ اس کے خلاف صرف مدافعت کا رروائی جائز ہے خواہ مدافعت کے دوران میں اس کا قتل واقع ہو جائے۔ لیکن اگر باغی کے مقابلے میں مدافعت قتل کے بغیر بھی ممکن ہو تو قصداً اسے قتل کرنا جائز نہیں بلکہ اس کے بالمقابل دفاع کیا جائے گا)۔

قرآن مجید کی دوسری دو آیتیں جن میں مجرم بغاوت کا ذکر ہے، وہ سورہ حجرات کی آیات ۹-۱۰ ہیں۔ ان کا ترجمہ

یہ ہے:

”اور اگر دو گروہ مومنوں میں سے آپس میں لڑ جائیں تو دونوں کے درمیان اصلاح کرو۔ پھر اگر ایک ان میں سے دوسرے پر چڑھائی کرے تو قتال کرو اس سے جو زیادتی کر رہا ہے یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے اللہ کے حکم کی طرف۔ پس اگر وہ باز آجائے تو دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ مصالحت

کرادو اور انصاف سے کام لو۔ مومن تو بھائی بھائی ہیں، پس اپنے دونوں بھائیوں کے مابین صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو، جس سے توقع ہے کہ تم پر رحم ہوگا۔

ان آیات میں صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ باغی فرودیا کردہ کے خلاف قتال (لڑائی) کر کے انہیں اللہ کے حکم کی جانب لوٹنے پر مجبور کیا جائے اور پھر باہم مصالحت اور ملاپ کرا دیا جائے۔ ان آیات میں خاتمہ قتال کے بعد گرفتار شدہ باغی کو قتل کرنے یا کوئی دوسری سزا دینے کا سرف سے ذکر ہی نہیں ہے، اس لیے ان سے بغاوت کی سزائے قتل کا استنباط کسی طرح درست نہیں۔ فقہاء و مفسرین نے جس طرح محارب اور بغاوت سے متعلق آیات کی تشریح اور ان سے احکام کی تفسیر کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ مائدہ کی آیات میں صرف ان مجرمین کا ذکر ہے جو نادانانہ و رائے ذہنیت کے ساتھ اور مجرد مادی فوائد و اغراض کے تحت لوٹ مار اور غارتگری کریں۔ اس کے برعکس سورہ حجرات میں جن باغیوں کا ذکر ہے ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن میں مادی اغراض سے زیادہ سیاسی داعیات اور اعتقادی جذبات کارفرمایوں، خواہ ان کا عقیدہ اور سیاسی مسلک و نظریہ بالکل فاسد ہو یا نہ ہو اس طرح کے لوگ بالعموم اپنے موقف کے حق میں کسی شرعی تاویل کے بل پر اٹھتے ہیں اور ان کے ساتھ بالکل چوبہ اور ڈاکوؤں کا سا معاملہ کرتا شرعاً جائز نہیں ہے۔ پھر محارب کا اطلاق تو فرد واحد یا چند افراد پر بھی ہو سکتا ہے کیونکہ کسی مقام پر مار دھاڑ کے ذریعے سے چند مسلح آدمی بھی بدامنی اور دہشت پھیلا سکتے ہیں، لیکن خروج و بغاوت کے لیے بہر حال ایک معتد بہ جمعیت درکار ہے۔ خود قرآن میں طائفہ کا لفظ آیا ہے۔ امام نیشاپوری اپنی تفسیر غرائب القرآن میں اس مقام کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

واعلم ان الباغیة فی اصطلاح الفقہاء	واضح رہے کہ فقہاء کی اصطلاح میں باغیوں سے مراد ایسا
فرقة خالفت الامام بتاویل باطیل	گروہ ہے جو امام کی مخالفت باطل تاویل کی بنا پر کرے مگر
بطلاً بحسب الظن لا القطع..... ولا	اس کا بطلان ظنی ہو، قطعی نہ ہو..... اس گروہ کے باغی قرار
بدان یکون له شوکة و عدد یحتاج	پانے کے لیے لازم ہے کہ اس کے پاس اتنی طاقت اور تعداد
الامام فی دفعہ الی کلفة ببذل مال	ہو کہ امام کو ان کے دفع کرنے کے لیے مال خرچ کرنے اور
او اعداد رجال فان كانوا افراداً یسهل	جمعیت فراہم کرنے کی زحمت میں مبتلا ہونا پڑے۔ اگر وہ

ضبطہم فلیسوا بأهل بقی۔
چند افراد ہوں جن کا نابوک کر لینا آسان ہو، تو ان پر اہل بغاوت
کا اطلاق نہیں ہوگا۔

رد المحتار، باب البغاة میں باغیوں کی جامع تعریف یہ بیان کی گئی ہے:

اهل البغی کل فئمة لهم منعة يتغلبون و
يجتمعون ويقا تلون اهل العدل
بتأویل يقولون الحق معنا ویدعون
الولاية۔
اہل بغاوت بروہ گروہ ہے جو زبردست طاقت کا مالک ہو،
غلبہ و تسلط رکھتا ہو، اجتماعی بیعت کا حامل ہو اور اہل عدل
کے مقابلے میں تاویل کے بل پر قتال کرے اور اس کے افراد
یہ کہیں کہ حق ہمارے ساتھ ہے اور وہ مکرانی کے مدعی ہوں

(رد المحتار، ج ۳، ص ۲۴۷)۔

اس طرح کے سیاسی مجرمین بلاشبہ شرعاً قابل مواخذہ ہیں۔ لیکن ان لوگوں کے کچھ سیاسی، شہری اور مدنی حقوق
بھی ہیں جن کو ہمارے ائمہ سلف نے نہایت تفصیل سے بیان کر دیا ہے اور چھوٹے ہی مدیر البلاغ کی طرح بس
یہ فتویٰ نہیں داغ دیا کہ جہاں ایک مجمع نے چند نعرے لگا دیے، کسی افسر پر دڑے پھینک دیے یا آوازے کس دیے،
خود اہی سب جرم بغاوت کے مرتکب ہو گئے اور بغاوت کی سزا اسلام میں موت ہے! اگر عثمانی صاحب کے لیے یہ بات
ناگوار خاطر نہ ہو تو میں یہ بھی واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ فقہائے کرام نے اسلامی قانون بغاوت کے مجملہ قواعد و ضوابط
امیر معاویہؓ کے بھانے حضرت علیؓ کے اُسوہ اور اُس طرز عمل کی روشنی میں مرتب کیے ہیں جو آپ نے اپنے خلاف لڑنے
والوں کے معاملے میں اختیار کیا اور ان مخالفین و متقابلین میں امیر معاویہؓ بھی شامل تھے۔ بغاوت کے قانون کا خلاصہ یہ
ہے کہ خروج کرنے والے جب تک محض اپنے فاسد عقائد یا حکومت اور اس کے سربراہ کے خلاف باغیانہ و معاندانہ
خیالات کا اظہار کرتے رہیں، ان کو قتل یا قید نہیں کیا جاسکتا۔ جنگ یا تادیبی کارروائی ان کے خلاف صرف اس وقت
کی جائے گی جب وہ عملاً مسلح بغاوت کر دیں یا خونریزی کی ابتدا کر بیٹھیں۔ فقہاء نے اسلحہ کی تعریف بھی کر دی ہے۔
چنانچہ امام سرخسی، المبسوط، ج ۹، ص ۱۲۱ پر فرماتے ہیں فاما الخشب والنجرا لیکون مثل السلاح (لکڑی

سے صاحب بدایہ باب البغاة میں حضرت علیؓ کے متعلق لکھتے ہیں:

هو قدوة في هذا الباب (حضرت علیؓ اس معاملے میں ہمارے لیے قابل تقلید نمونہ ہیں)۔

لاٹھی اور پتھر ہتھیار کے مانند نہیں ہو سکتے۔ سلاح سے مراد فقہاء کے نزدیک وہ نیز ہتھیار ہیں جو بالعموم قتل کے لیے استعمال ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ لاٹھی یا پتھر یا کسی دوسری ذرئی شے سے اگر ایک شخص دوسرے کو قتل بھی کر دے تب بھی بعض فقہاء کے نزدیک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ دیت و سول کی جائے گی کیونکہ ان اشیاء سے قتل عمد ثابت نہیں ہوتا۔

فتح القدر، شرح ہدایہ اور دیگر کتب فقہیہ میں حضرت علیؓ کا یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ کوفہ کی مسجد میں بعض خوارج حضرت علیؓ پر سب و شتم کر رہے تھے اور کثیر المحضریؓ اسے سن رہے تھے۔ ایک شخص ان میں یہ بھی کہہ رہا تھا کہ میں خدا سے عمد کرتا ہوں کہ علیؓ کو ضرور قتل کروں گا۔ المحضریؓ نے جب یہ دیکھا تو اس شخص کو پکڑ کر حضرت علیؓ کے پاس لے آئے۔ آپ نے کہا کہ اسے چھوڑ دو۔ کثیر المحضریؓ کہنے لگے کہ اسے کیسے چھوڑ دیا جائے جبکہ آپ کے قتل کی قسم کھا چکا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا افاقتلہ ولم یقتلنی (کیا میں اسے قتل کروں حالانکہ اس نے مجھے قتل نہیں کیا)۔ کثیر کہنے لگے کہ یہ آپ پر سب و شتم کر رہا تھا۔ حضرت علیؓ کہنے لگے کہ تم چاہو تو اس پر جو ابی سب و شتم کر لو، ورنہ چھوڑ ہی دو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حوالے سے بڑا اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اسے ابوبکر الجصاص نے بھی نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری امت میں باغیوں کے زخمیوں پر حملہ نہیں کیا جائے گا اور جو گرفتار ہو جائیں ان کو قتل نہیں کیا جائے گا (لا یؤتت جویہم ولا یقتل اسیرہم) اسی طرح کی ہدایات حضرت علیؓ نے جنگ جمل اور دوسرے مواقع پر دی ہیں۔ مبسوط (ج ۱۰، ص ۱۲۶) میں امام سرخسیؒ فرماتے ہیں: کان علی رضی اللہ عنہ یحلف من یوسرہم ان لا یخرج علیہ قطعة ینخلی سبیلہ (حضرت علیؓ باغیوں میں سے قید ہونے والوں سے قسم لیتے تھے کہ وہ ان پر کبھی خروج نہیں کریں گے، پھر ان کو رھا کر دیتے تھے)۔ ابن القزنی مالکی سورہ حجرات کی آیت (یعنی کی تشریح کرتے ہوئے) احکام القرآن میں لکھتے ہیں: لا یقتل اسیرہم ولا یتبم منہم مہم لان المقصود دفعہم لا قتلہم (باغیوں کے قیدیوں کو قتل نہیں کیا جائے گا اور شکست خوردہ کا تعاقب نہیں ہوگا، کیونکہ مقصود دفاع ہے، ان کا قتل نہیں)۔ امام شافعیؒ کتاب الامم (ج ۲، ص ۱۲۸) میں فرماتے ہیں: اہل ابغی انما یحلی قتالہم دفعا لہم ما ارادوا من القتال او امتناع من المحکم فاذا فارقوا تلك الحال حومت دہم (ابغی سے قتال صرف اس لیے جائز ہے کہ انہیں لڑنے کے ارادے سے یا حکومت کی مخالفت سے روکا جائے۔ جب

زہ اس روش سے باز آجائیں تو ان کا خون بہانا حرام ہو جاتا ہے۔

یہ بات پہلے بیان ہو چکی کہ جو لوگ کثیر التعداد اور جنگی مردمان سے آراستہ ہوں، صرف ان پر قانون بغاوت کا اطلاق ہوگا۔ یہ لوگ اگر امام عادل کے خلاف تاویل شرعی کے بغیر خروج کے فرنگب ہوں اور مارے جائیں تو مذہب حنفی کے مطابق ان کی نماز جنازہ جائز نہیں۔ المبسوط، باب صلوة الشہید میں باغی کے متعلق فرماتے ہیں: لا یُغسل ولا یُصلی علیہ دوسری طرف اسی باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلک حنفی کے مطابق شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، پھر شہدائے اُحد وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں حضرت عمار بن یاسر اور حضرت حجر بن عدی کا ذکر بھی زمرہ شہداء میں کیا گیا ہے۔ چنانچہ امام سرخسی فرماتے ہیں:

ولما استشهد عمار بن یاسر
بصیقین قال لا تغسلوا عتی و ما ولا تنزعوا
عتی ثوبانی التقی معاویة الجاداة و لھکذا
نقل عن حجر بن عدی۔

جب حضرت عمار بن یاسر جنگ صفین میں شہید ہونے لگے
تو فرمایا کہ میرا خون نہ دھونا اور میرے کپڑے نہ اتارنا۔
میں اسی حال میں امیر معاویہ سے قیامت کو ملاقات کروں گا
اور حجر بن عدی سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

پھر آگے چل کر باب الخوارج (ج ۱۰ ص ۱۳۱) میں تحریر کرتے ہیں:

و یصنع بقتلی اهل العدل ما یصنع بالشہید
فلا یغسلون و یصلی علیہم لھکذا فعل
علی رضی اللہ عنہ بمن قتل من اصحابہ
و بہ او صنی عمار بن یاسر و حجر بن
عدی و زید بن صوحان رضی اللہ عنہم
حین استشهدوا و لا یصلی
علی قتل اهل البغی۔

اور جو لوگ اہل عدل میں سے قتل ہوں، تو ان کے ساتھ
وہی معاملہ کیا جائے گا جو شہداء کے ساتھ ہوتا ہے۔ یعنی
غسل دیے بغیر ان کا جنازہ پڑھا جائے گا۔ حضرت علیؓ
نے اپنے مقتول ساتھیوں کے ساتھ یہی کیا تھا اور عمار بن
یاسر، حجر بن عدی اور زید بن صوحان رضی اللہ عنہم نے شہید
ہوتے وقت یہی وصیت کی تھی..... اور جو لوگ
باغیوں میں سے قتل ہوں ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی
جائے گی۔

اب ایک طرف شمس الاممہ سرخسی ہیں جو واضح الفاظ میں حضرت حجر بن عدی کو اہل بغی کے بجائے

اہل عدل کی صف میں شمار کر رہے ہیں۔ انہیں شہید کا لقب دے رہے ہیں اور ان پر جنازہ پڑھنے کو مشروع قرار دے رہے ہیں حالانکہ ان کے ہاں باغی مقتولوں کا جنازہ جائز نہیں، اور دوسری طرف منعی زادہ محمد تقی عثمانی صاحب ہیں جو حضرت حجر بن عدی کو باغی اور واجب القتل ثابت کرنے کی سعی ناکام میں ایڑی چوڑی کا زور صرف کر رہے ہیں! سوخت غفلت حیرت کہ اس پر یہ العجبی ست۔

امام ابوالحسن الماوردی نے بھی الاحکام السلطانیہ میں جہاں باغیوں سے جنگ پر بحث کی ہے وہاں صاف لکھا ہے کہ باغیوں میں سے کوئی شخص زیادہ فتنہ میں حصہ لیتا ہو تو اس کو امام نبیاً سزا دے سکتا ہے مگر قتل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کا خون تین صورتوں کے سوا حلال نہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ باغیوں کی جنگ اور مشرکین و مرتدین کی جنگ میں آٹھ چیزیں مایہ الامتیاز ہیں۔ پہلی یہ کہ باغیوں کو سرکشی سے روکنا مقصود ہوتا ہے، قتل و ہلاک کرنا مقصود نہیں ہوتا اور مشرک و مرتد کا قتل بھی مقصود بالذات قرار دینا جائز ہے۔ دوسری یہ کہ باغی سامنا کریں تو قتل کیے جائیں، ورنہ نہیں اور مشرک و مرتد ہر طرح قتل کیے جاسکتے ہیں۔ تیسری یہ کہ باغیوں کے زخمی قتل نہ کیے جائیں اور مشرکین و مرتدین کے زخمی قتل کرنے جائز ہیں۔ جنگ جمل میں حضرت علیؑ نے اپنے نقیب کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا تھا کہ خبردار بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے، زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔ چوتھی یہ کہ باغیوں کے قیدی محض بند کیے جائیں، مشرک و مرتد قیدی قتل کیے جاسکتے ہیں۔ باغی قیدیوں کے متعلق یہ ہے کہ جس کے بارے میں براطمینان ہو کہ پھر باغیوں میں شریک نہ ہوگا، تو چھوڑ دیا جائے، ورنہ جنگ کا مطلع صاف ہونے تک قید رکھا جائے اور اس کے بعد چھوڑ دیا جائے۔ پھر مجوس رکھنا بھی جائز نہیں..... بقیہ امور لوندی غلام بنائے جانے اور غصب اموال وغیرہ سے متعلق ہیں۔ الاحکام السلطانیہ مترجم، نفیس ایڈیٹیو، ص ۱۰۱-۱۰۲ (عربی المطبعتہ المحمودیہ، مصر ص ۵۶)۔

قاضی ابویعلیٰ محمد بن الحسین الفراء کی تالیف "الاحکام السلطانیہ"۔ باب قتال اہل البغی، میں یہی بات بیان فرمائی ہے۔ وہ ص ۳۹ پر لکھتے ہیں:

لے یہ امر واضح رہے کہ فقہاء کرام کے ہاں اہل العدل اور اہل البغی کی اصطلاحیں ایک دوسرے کے بالمقابل استعمال ہوتی ہیں۔ امام عادل اور ان کے ساتھیوں کو اہل عدل اور ان کے خلاف لڑنے والوں کو اہل بغی کہا جاتا ہے۔

و جاز للامام ان يعذر من تظاهر
بالعدا اذ با و تعزيراً وله يتجاوز ذاك الى
قتل ولا حد لقول النبي صلى الله عليه وسلم
"لا يحل دم امرئ مسلم الا باحد ثلاث
كفر بعد ايمان و زنى بعد احصان و قتل نفس
بغير نفس" رواه البخاري و مسلم و ابوداود و
الترمذي و النسائي عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه

پھر فرماتے ہیں:

لا يُقتل اسراهم و يجرى قتل اسرى اهل
الحرب و المرتدين .

پھر یاغیوں ہی کے متعلق لکھتے ہیں:

و يعتبرا حوال من في الاسر منهم فمن
امت رجعتة الى القتال اطلق و من لم
تو من منه الرجعة حبس حتى ينجلى
الحرب ثم يطلق و لا يحبس بعدها .

اور امام کے لیے جائز ہے کہ وہ عداوت کا مظاہرہ کرنے والے
کی تادیب و تعزیر کرے مگر اُسے قتل یا حد کی سزا نہ دے
کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مسلمان کا خون
حلال نہیں ہے سوائے تین صورتوں کے، پہلی یہ کہ وہ
ایمان لانے کے بعد کفر کا ارتکاب کرے، دوسری یہ کہ شادی
کے بعد زنا کرے، تیسری یہ کہ وہ ایسے شخص کو قتل کرے جس
نے کسی متنفس کو قتل نہ کیا ہو۔

یاغیوں میں ہے جو مسلمان اسیر کیے جائیں، وہ قتل نہیں کیے جائیں
گے اور حربی کافروں اور مزدوروں کے قیدی قتل کیے جائیں گے۔

یاغیوں میں سے جو قیدی کیے جائیں ان کے حالات کو جانچا
جائے گا۔ جن کے بارے میں اطمینان ہو کہ دوبارہ قتال نہیں
کریں گے، انہیں رہا کر دیا جائے گا اور جن کے متعلق ایسا
اطمینان نہ ہو انہیں اس وقت تک قید رکھا جائے گا جب تک
کہ لڑائی کا خاتمہ نہ ہو جائے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد انہیں چھوڑ
دیا جائے گا اور اس کے بعد قید نہیں رکھا جائے گا۔

ماوردی اور ابوبعلی کے اس ارشاد سے یہ بات قطعی طور پر واضح ہے کہ مسلمان باغی کے لیے سزائے قتل تو درکنار
اُس کے لیے حبس و دام کی سزا بھی جائز نہیں ہے۔ اُسے یا تو گرفتاری کے بعد ہی رہا کر دیا جائے گا یا پھر نامہ
جنگ تک اُسے قید رکھا جائے گا اور بعد میں رہا کر دیا جائے گا۔

مسلمان کا قتل کن صورتوں میں جائز ہوتا ہے | ہر کیف سابق بحث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ کتاب و سنت قتل مسلم

کی اجازت صرف ان صورتوں میں دیتی ہے جب کہ اس نے قاتل یا سارق یا فاطح طوبیٰ کی حیثیت سے قتل نفس کا ارتکاب کیا ہو، یا شادی کے بعد زنا کیا ہو یا اسلام لانے کے بعد تداویٰ کی راہ اختیار کی ہو۔ جہاں تک بغاوت یا بغی کی اسلامی و شرعی اصطلاح کا تعلق ہے، اس کا اطلاق ہر فتنہ و فساد اور ہر شورش اور ہر ایسی ٹیشن پر نہیں ہو سکتا۔ اہل بغی سے مراد ایک ایسی طاقت و رجحیت اور بھاری گروہ ہے جو اسلحہ یعنی آلاتِ جارحہ سے لیس ہو کر اور کسی سیاسی و اعتقادی تاویل کی سمانے رکھ کر اہل عدل کے خلاف یا قاعدہ قتال کرے۔ اس طرح کے باغیوں کے گروہ کے خلاف لڑنے کا حکم اسلامی حکومت کو دیا گیا ہے۔ لڑائی کے دوران میں ان باغیوں کا قتل جائز ہے۔ لیکن لڑائی کے بعد زخمیوں، قیدیوں اور بھاگنے والوں کا قتل جائز نہیں۔ ان میں سے صرف وہی باغی گرفتار ہونے کے بعد قتل کیا جاسکتا ہے جس نے اس قتال سے قبل یا بعد میں کسی ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہو جس کی سزا قتل ہو یا پھر جس باغی کے سارے ساتھی قابو میں نہ آسکتے ہوں اور اس کے زندہ رہنے کی صورت میں ان پر قابو پانا اور بغاوت کو فرو کرنا ممکن نہ ہو، اس باغی کا قتل بھی بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔

یہاں ایک اعتراض یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر اسلام میں سزائے قتل صرف انہی جرائم پر دی جاسکتی ہے جو اوپر مذکور ہوئے تو پھر ان احادیث کا مفہوم و مراد کیا ہے جن میں یہ فرمایا گیا کہ ایک خلیفہ برحق کی موجودگی میں دوسرے مدعی کو مار دے، اس کی گزین تلواریں سے اڑا دے۔ شارحین حدیث نے ان ارشادات نبوی کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ایسے شخص کے خلاف دفاع و قتال کرو۔ امام نووی نے مسلم، کتاب الامارہ میں فاضل جو احق الاخر کے بعد لکھا ہے: معناه ادفعوا الثاني فان خادج علي الامام فان لم يندفع الا بحوب و قتال فقاتلوه۔ ایک خلیفہ کے مقابلے میں جب دوسرا مدعی کھڑا ہو جائے تو دوسرے کی گردن مارنے کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے کو دفع کر دو۔ امام کے خلاف خروج کر رہا ہے۔ اگر جنگ کے بغیر اس کا دفعہ ممکن نہ ہو تو اس سے لڑو۔ ہلا علی قارٹی شرح فقہ اکبر میں، نصب الامام کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: والامر بقتل محمول کہا صحیح ہے۔ العلماء علی ما اذالہم یندفع الا بالقتل (حدیث میں دوسرے خلیفہ کو قتل کرنے کا جو حکم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر قتل کیے بغیر دفاع ممکن نہ ہو، تب اسے قتل کرو جیسا کہ علماء نے صراحت کی ہے)۔ اگر یہ مفہوم نہ ہو تو حضرت حجر بن عدی کا معاملہ تو درکنار، انہیں قتل کی سزا دینے والے حضرت معاویہ خود حضرت علی کے مقابلے میں

معاذؓ اس سزا کے مستوجب قرار پاتے ہیں، سائبر کا قانون بے لاگ ہے، وہ اشخاص و افراد کو نہیں بلکہ افعال کو دیکھتا ہے۔ امام نووی نے شرح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، مولفۃ القلوب میں اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ خراس و بغاوت کے قیدیوں کو قتل کرنا جائز نہیں (لا یقتل اسیر ہم)۔ اسی سلسلے کا ایک اشکال اور بھی ہے جس کی طرف اشارہ پہلے ہو چکا ہے۔ وہ یہ کہ بعض روایات میں ان تین یا چار صورتوں کے علاوہ بعض دوسرے افعال کے مرتکب کو قتل کرنے کا حکم بھی آیا ہے جس کے مطابق عمل کا فتویٰ بعض فقہاء نے دیا ہے۔ اسی طرح بعض فقہاء اس بات کے بھی قائل ہوئے ہیں کہ بعض حالات میں پھانسی یا قتل کی سزا بطور تعزیر بھی دی جاسکتی ہے جسے وہ سیاست قتل کا عنوان دیتے ہیں۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ بعض احادیث میں جن جرائم پر قتل کی وعید ہے وہ بالعموم ان تین صورتوں کے مشابہ ہیں جن پر سزائے قتل بلا اختلاف و اشتباہ سنت نبوی سے ثابت ہے مگر یہ جرائم ایسے غیر فطری، گھناؤنے یا نادر الوقوع ہیں کہ غالباً اسی بناء پر شارع نے ان کا ذکر ثلاث خلال کے ساتھ مناسب یا ضروری خیال نہیں فرمایا۔ مثال کے طور پر محرمات یا جانوروں یا مردوں سے بد فعلی، ساعری، جاسوسی کے جرائم پر بعض فقہاء نے قتل کی سزا تجویز کی ہے کیونکہ یہ کسی نہ کسی اعتبار سے ان افعال کے ساتھ ملحق ہو سکتے ہیں جن پر قتل کی حد مقرر ہے۔ اسی طرح جو مجرم بار بار ایسے جرائم کا ارتکاب کرے جو موجب حد ہوں اور قتل سے کم درجے کی سزائے باذن رکھ سکے۔ مثلاً وہ بار بار چھوری یا ربزنی کا مرتکب ہو، تو ایسے عادی مجرم کا قتل بھی بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے اور بعض ارشادات نبوی سے بھی ایسے مجرمین کے قتل کا جواز نکلتا ہے۔

تعزیری قتل کی ان شکلوں اور ان کے جواز و عدم جواز کا کوئی تعلق قانون بغاوت سے نہیں ہے، اور حضرت محمدؐ بن عدی کے قتل کا جواز مدبرہ "البلوغ" جرم بغاوت کے تحت ثابت کرنا چاہتے ہیں، اس لیے میرے لیے سیاست قتل اور تعزیرہ قتل کا مسئلہ چھیڑنا غیر ضروری تھا۔ تاہم میں نے رفع اشکالات اور فارغین کے ذہنوں کو صاف رکھنے کے لیے اس پہلو کا ذکر بھی بالاختصار کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ میں یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ فقہاء و محدثین کی اکثر تعداد ویر حال ایسی ہے جو قتل مسلم کا جواز فقط انہی تین صورتوں تک محدود رکھتی ہے جو مذکورہ بالا مشہور اور صحیح ارشاد نبوی میں بیان ہوئے ہیں اور جسے حضرت عثمانؓ نے اپنے محاصرے کے دوران میں باغیوں کے سامنے پیش فرمایا تھا جو چھتی جائز صورت دفاعی قتل کی ہے، یعنی ایک مسلمان اگر جارحانہ، باغیانہ یا محاربانہ حیثیت

میں سامنے اٹھتا ہوتا تو اس کے حملے کو دفع کرنے ہوتے اُسے قتل کرنا جائز ہوگا۔ فقہاء کے اس دوسرے گروہ کے نزدیک ان حالتوں کے ماسواء ایک مسلمان پر کوئی ایسی حد یا تعزیر نافذ نہیں کی جاسکتی جس کا مقصد اس کی جان کو ہلاک کرنا ہو۔ البتہ اس کی زندگی کو باقی رکھتے ہوئے شدت جرم کے لحاظ سے اُسے بڑی سے بڑی سزا دی جاسکتی ہے۔ قاضی ابو یعلیٰ کا قول پہلے نقل کیا جا چکا ہے جس سے تعزیری قتل کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے۔ امام ماوردی نے بھی الاحکام السلطانیہ میں یہی بات لکھی ہے۔ اس کتاب کی فصل التعزیر میں وہ فرماتے ہیں کہ لا يجوز ان يبلغ بتعزیر انھا اس الذم (تعزیر کے ذریعے سے خون بہانا جائز نہیں ہے)۔

کیا حضرت محمدؐ شرعاً واجب القتل تھے؟ گزشتہ بحث سے یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آچکی ہے کہ حکومت وقت پر تنقید اور اس کے خلاف مزاحمت و تحریک کی ہر شکل و صورت، حتیٰ کہ شورش و بغاوتی کا ہر اقدام بھی قانون شریعت کی نگاہ میں بغاوت (SEDITION OR REVOLT) کی تعریف میں نہیں آسکتا۔ اسلام میں جرم بغاوت کے متحقق ہونے کے لیے چند شرائط لازم ہیں، جن میں اہم ترین شرطیں دو ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ مجرمین جبر و تشدد کے ذریعے سے حکومت کا تختہ الٹنا چاہیں، عدم اطاعت کی روش سے نظم حکومت کو درہم برہم کر دینا ان کا مقصود ہو اور امام عادل کے خلاف وہ کھلم کھلا اور مسلح خروج کا ارتکاب کریں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اپنی تعداد، تنظیم اور جنگی ساز و سامان کے لحاظ سے اتنی سیاسی و مادی طاقت و شوکت کے مالک ہوں کہ انہیں حربی کارروائی کے بغیر آسانی سے قابو میں نہ لایا جاسکتا ہو۔ اگر یہ بنیادی شرائط موجود نہ ہوں تو مجرمین پر قانون بغاوت کا اطلاق نہ ہوگا؛ بلکہ یہ دھارم، فساد، سرقت، رہزنی وغیرہ سے متعلق دوسرے قوانین شریعہ کے تحت ماخوذ ہوں گے۔ اس لئے سائنسدوسری حقیقت جو میری بحث سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام میں فعل بغاوت فی نفسہ موجب قتل نہیں ہے۔ اسلام نے ہر باغی کو پکڑ کر قتل کرنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ حکم یہ دیا ہے کہ باغی گروہ کے خلاف قتال کرو، ان سے لڑو، بیان تک کہ وہ پسپا اور مطیع ہو جائیں۔ قتال کے دوران میں جو باغی قتل ہو جائے

سہ علمائے سلف نے اپنی تحریروں میں کیوں کیوں یعنی، محارمہ اور فساد فی الارض وغیرہ الفاظ کو مترادف و ہم معنی

بھی استعمال کیا ہے، لیکن خالص قانونی و فقہی مباحث میں جہاں انہوں نے ان اصطلاحات کی تعریف بیان کی ہے وہاں ایک کو دوسری سے بالکل ممتاز کر دیا ہے۔

ہو جائے۔ لیکن جو زخمی یا اسیر یا مفروز ہو جائے، اُسے گرفتاری کے بعد قتل کرنا جائز نہیں، الا یہ کہ اُس کے ساتھی بھاری تعداد میں آزاد رہ جائیں اور اُن پر قابو پانے کے لیے اس قیدی کا خون بہانا بالکل ناگزیر ہو۔ اس بحث میں ضمنیاً امر بھی واضح ہو گیا کہ مسلمان کا قتل صرف تین حالتوں میں جائز ہے، ایک یہ کہ وہ نکاح کے بعد زنا کرے، دوسری یہ کہ وہ کفر و ارتداد اختیار کرے، تیسری یہ کہ وہ ناحق قتل عمد کا مرتکب ہو۔ "البلاغ" میں حضرت حجر بن عدی کو باغی اور واجب القتل ثابت کرنے میں جو بیس سے زائد صفحات سیاہ کیے گئے ہیں، اپنی اب تک کی بحث کی روشنی میں میرے لیٹن کے حوالہ میں فقط یہ کہہ دینا کافی ہو سکتا ہے کہ حضرت حجر بن عدی یا اُن کے کسی رفیق کے کسی فعل پر بھی بغاوت کا اطلاق نہیں ہو سکتا تھا اور بالفرض اگر ان کا کوئی فعل بغاوت کی تعریف میں آتا تھا، تب بھی گرفتار ہو جانے کے بعد ان کا قتل از روئے اسلام ہرگز جائز نہیں تھا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ عثمانی صاحب نے اس طویل خامہ فرسائی میں استدلال کے جو جو ہر دکھائے ہیں اور حضرت حجر کو مجاہد الدم ثابت کرنے میں جس طرح ایٹھی چوٹی کا نور دکھایا ہے، اس سے بالکل صرف نظر کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ اس لیے اب میں اس پر بھی اپنا جائزہ پیش کرتا ہوں۔

حضرت حجر کا مرتبہ گھٹانے کی کوششیں | مولانا محمد تقی صاحب نے اپنی بحث کا آغاز اس شکایت سے کیا ہے کہ مولانا مودودی نے اس واقعے میں چند باتیں ایسی کہی ہیں جن کا ثبوت کسی بھی تاریخ میں نہیں ہے۔ لیکن انہوں نے پوری بحث میں صرف ایک ایسی بات کی نشان دہی کی جو ان کے نزدیک تاریخ کی کسی کتاب میں مذکور نہ تھی اور وہ تھا حضرت عائشہ کا یہ قول کہ "اے معاویہ، تمہیں حجر کو قتل کرتے ہوئے خدا کا خوف نہ ہوا" لیکن اس قول کا بھی تاریخ میں مذکور ہونا، اب خود انہوں نے جمادی الاخریٰ کے "البلاغ" میں تسلیم کر لیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جناب محمد تقی صاحب نے چند بلا ثبوت باتوں کا ذکر جو بصیغہ جمع کیا تھا وہ آخر کیا تھیں؟ اگر حضرت عائشہ کے اس قول کے علاوہ بھی مولانا مودودی کی نقل کردہ کسی بات کا حوالہ انہیں اب تک کسی کتاب میں نہ ملا ہو، تو براہ کرم وہ اس کی نشان دہی فرمادیں، ورنہ آئندہ ایسے غیر محتاط اور مبالغہ آمیز دعووں سے پرہیز کریں تو بہتر ہے۔

عثمانی صاحب کا دوسرا شکوہ یہ ہے کہ "مولانا مودودی نے حضرت حجر بن عدی کو "علی الاطلاق"، زابد و عابد صحابی کہہ دیا ہے، حالانکہ ان کا صحابی ہونا مختلف فیہ ہے۔ ابن سعد اور مصعب زبیری کا کہنا تو یہی ہے کہ یہ صحابی

تھے لیکن امام بخاری، ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے انہیں تابعین میں شمار کیا ہے اور ابو احمد عسکری کے نزدیک اکثر محدثین ان کا صحابی ہونا صحیح قرار نہیں دیتے۔ لیکن حضرت حجر بن عدی کے متعلق جو کچھ محدثین و مورخین نے لکھا ہے اگر اُسے بحیثیت مجموعی سامنے رکھا جائے تو عثمانی صاحب ہی کے الفاظ میں یہ کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے محدثین کی تحریروں کے "ضروری اجزاء حذف کر کے بڑا ہی خلافت واقعہ تاثر قائم کیا ہے۔" البدایہ اور الاصابہ سے انہوں نے وہ اقوال تو نقل کر دیے جو حضرت حجر کی صحابیت کے متعلق اثنیہا یہ پیدا کرتے ہیں لیکن ان اقوال کو چھوڑ دیا ہے جو ان کا صحابی ہونا ثابت کرتے ہیں۔ مثلاً البدایہ کے جس صفحے کا ترجمہ انہوں نے دیا ہے، اس کے شروع ہی میں درج ہے قال ابن عساکر و فدائی النبی صلی اللہ علیہ وسلم را ابن عساکر نے فرمایا کہ حضرت حجر بن عدی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی طرح مرزبانی کا یہ قول بھی منقول ہے کہ حجر بن عدی و فدائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اخیہ ہانی بن عدی (حجر بن عدی اپنے بھائی ہانی بن عدی کے ساتھ وفد کی صورت میں خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تھے)۔

حافظ ابن عبدالبر الاستیعاب میں فرماتے ہیں کان حجرو من فضلاء الصحابة۔ (حجر صاحب فضیلت صحابہ میں شامل تھے)۔ پھر وہ امام احمد کے حوالے سے بھی بن سلیمان کا قول نقل کرتے ہیں کہ حجر بن عدی مستجاب الدعوة اور فاضل اصحاب النبی میں سے تھے۔ اس کے بعد استیعاب میں ابن نافع سے منقول ہے کہ وہ حضرت حجر کو رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیتے ہوئے ان سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "ان قوماً یشرکون الخمر یسمونها بغير اسمها"۔ حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں امام حاکم کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت حجر اور ان کے بھائی حضرت ہانی بن عدی وفد کی صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے تھے۔ پھر ابن حجر نے ابو بکر بن حفص کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت حجر کو صحابی قرار دیتے ہوئے ان سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ: ان قوماً یشرکون الخمر یسمونها بغير اسمها۔

صحابہ کرام کے سوانح پر مشتمل تیسری مشہور کتاب اشد الغابہ ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ حضرت حجر کا لقب حجر النیر (نیو کار حجر) مشہور تھا اور آپ اپنے بھائی کے ساتھ آنحضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور

افاضل صحابہ اور اخیان صحابہ میں شمار کیے جاتے تھے۔

امام حاکم نے اپنی کتاب المستدرک ج ۳ میں صحابہ کے حالات بیان کرتے ہوئے صفحہ ۲۶۸ پر ایک باب کا عنوان قائم کیا ہے: مناقب حجب بن عدی رضی اللہ عنہ و ہوداہب اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم رجب بن عدی رضی اللہ عنہ کے مناقب جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے درویش صفت اور زاہد منش انسان تھے۔ امام ذہبی کی تلخیص مستدرک میں بھی یہی عنوان باب موجود ہے اور انہوں نے حاکم کے اس بیان سے اختلاف نہیں کیا ہے۔

اب ان سارے محدثین و مؤرخین کی تصریحات کے بعد آخر یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے کہ ”اکثر محدثین“ حضرت حجر کا صحابی ہونا صحیح تسلیم نہیں کرتے اور عثمانی صاحب کا یہ شکوہ کیسے بجا ہو سکتا ہے کہ مولانا مہروردی نے انہیں ”علی الاطلاق“ زاہد و عابد صحابی کہہ دیا ہے۔ اگر عثمانی صاحب بُرا نہ مابین انہیں عرض کروں کہ انہوں نے حضرت حجرؓ کی صحابیت کو مشکوک بنانے کے لیے یہ سارا زور اس لیے صرف فرمایا ہے کہ ایک صحابی کو واجب النفل مجرم ثابت کرنے سے ان کی یہ پوزیشن مجروح ہوئی جا رہی تھی لہٰذا ان کے اس مضمون کا محرک واقعی حمایت صحابہ کا جذبہ ہے۔ ظاہر بات ہے کہ ایک صحابی کی خاطر دوسرے صحابی کو مجرم ثابت کرنے والا آدمی حمایت صحابہ کا علمبردار تو نہیں بن سکتا۔

(باقی)

۱۔ صحابیت کا مطلق یا غیر مطلق و مشروط ہونا یہ ایک نرالی اصطلاح ہے جو پہلی مرتبہ سامنے آئی ہے۔

استدراک | اس مضمون کی قسط سابق کے ایک مقام پر میں نے ضمناً چند علمائے کرام کے اسمائے گرامی لکھے تھے جن کے نزدیک عورت کی سربراہی مملکت جائز تھی۔ ان میں جناب مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی کا نام بھی تھا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مولانا محترم نے اس کا انکار فرمایا ہے۔ اس تسامح پر میں اللہ سے معافی اور مولانا موصوف سے معذرت کا طلب گار ہوں اور قارئین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ جمادی الاولیٰ کے نرہ جہان منظر پر ضروری تصحیح کر لیں۔

(غلام علی)